ڈاکٹر ایم۔ اجمل فاروقی، انڈیا

نیو ورلڈ آرڈر ـــــ امن کی پیامبری
یا
ہتھیاروں کی سوداگری

کسی بھی دور کے انسانی معاشرہ یا تہذیب کی ترجیحات کیا ہیں؟ وہ کن قدروں کو عزیز رکھتی ہیں، وہ کن اہم مقاصد کے حصول کو اپنا مقصد وجود بنانا چاہتی ہیں، یہ ان کے اعلانات عزائم اور ترجیحات سے ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا کے آٹھ بڑے ممالک نے ابھی حال ہی میں فرانس میں منعقدہ کانفرنس کے اختتام پر اعلانیہ جاری کر کے پانی کی فراہمی، دہشت گردی، جمہوریت اور بقاء باہمی کا ایجنڈہ اپنایا۔ حالانکہ اس ایجنڈہ میں خود بہت نقائص ہیں۔ صحت، فضائی آلودگی، روزگار، انصاف اور قدرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم جیسے بنیادی مقاصد چھوڑ دیئے گئے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان آٹھ بڑوں کے اصل عزائم کیا ہیں؟

وہ مسئلہ جو ان آٹھ بڑوں کو درپیش ہے مگر ان آٹھ بڑوں نے جو مسئلے دوسروں کے لئے پیدا کئے ہیں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

ان آٹھ بڑوں میں سب سے اہم رول ظاہر ہے کہ امریکہ کا ہی تھا یہ دیکھا جانا ضروری ہے کہ دنیا کی ۸۵٪ آبادی کے بنیادی مسائل خوراک، صحت، تعلیم اور معاشی ترقی ان بڑی طاقتوں کے ایجنڈہ پر کیوں نہیں ہیں؟ آج دنیا کی تمام حکومتوں کی ترجیحات میں خوراک، صحت، تعلیم اور سماجی انصاف اہم ایجنڈہ ہے یا ہتھیاروں کی خرید اہم ایجنڈہ ہے، دنیا بھر میں کس طرح اقتصادی اور معاشی غیر برابری بڑھ رہی ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے کیا جا سکتا ہے۔

۱۹۹۰ء کے دہائی اقتصادی صورتحال میں بہتری کا فائدہ سماج کے بہت چھوٹے طبقہ کو ہوا، یہ کل آبادی ۲۰٪ اور اس میں بھی اصل فائدہ صرف ۱٪ لوگوں کو ہوا وسط درجہ (مڈل کلاس) کی اقتصادی حالت ٹھہری ہوئی ہے ۱۹۹۰ء کے بعد امریکی مزدوروں کی اوسط آمدنی میں ۱۴٪ آئی ہے، گلوبلائزیشن سے مٹھی بھر ارب پتی لوگوں کو فائدہ ہوا ہے اور امیروں اور غریبوں کے درمیان فرق تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

۱۹۹۹ء کی U.N.D.P کی رپورٹ میں کہا گیا ہے ۲٪ سب سے غریب اور ۲۰٪ سب سے امیر کے بیچ آمدنی کا فرق ۱۸۲۰ء میں ۱.۳ کا ۱۹۱۳ء میں ۱.۱۱ '۱۹۷۰ء میں ۱.۳۰ '۱۹۹۰ء میں ۱.۶۰ '۱۹۹۷ء میں ۱.۸۶ تھا۔

۱۹۹۷ء میں آبادی کا سب سے کم ۲۰ طبقہ دنیا کی کل مجموعی پیداوار کا ۸۶٪ حصہ پر قابض تھا۔ ۱۹۵۰ء میں عالمی پیداوار کے ۳۵٪ حصہ پر آج کے ترقی یافتہ ممالک قابض تھے۔ ۱۹۵۰ء میں ان کا قبضہ ۶۸٪ حصہ پر ہوگیا۔ ۱۸۵۰ء سے ۱۹۸۰ء کے درمیان ترقی یافتہ اور غریب ممالک کے درمیان ۲ فی کس آمدنی کا فرق ۱۰۰۰٪ (ایک ہزار فی صد) بڑھ گیا ہے' ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۶ء کے دوران کھرب پتیوں کی تعداد ۱۵۷ سے بڑھ کر ۴۴۷ ہوکر دنیا کے دس سب سے زیادہ امیر لوگوں کی دولت سبھی کم سے کم ترقی یافتہ ممالک کی کل آمدنی سے ڈیڑھ گنا زیادہ ہے۔ اکنامس ٹائمس ۱۱ دسمبر ۲۰۰۱ء۔

اس بھیانک معاشی نابرابری کی صورتحال کو پیدا کرنے میں جو جو ہتھکنڈے اور چالیں ان نام نہاد ممالک نے اپنائے ہیں اس کو بیان کرنے کے لئے دفتر کے دفتر ناکافی ہیں' مگر ان میں سے اہم ترین سودی قرضہ غیر ضروری ترجیحات وفوجی طاقت کا استعمال سب کچھ شامل ہے' غیر ضرورتی ترجیحات کی مثال یہ ہے کہ صحت تعلیم زراعت جیسے اہم شعبوں میں خرچ کم کیا جارہا ہے جبکہ ہتھیاروں پر خرچہ بڑھایا جارہا ہے۔

شریمتی شمسا سوراج کے مطابق اس وقت ہمارا صحت بجٹ سولہ ہزار کروڑ کا ہے جو مجموعی قومی پیداوار کا ۰.۹ (ایک سے بھی کم) ہے۔ اسکو ۲۰۱۰ء تک ۲٪ کرنا ہے۔ ہندوستان ٹائمس ۵ / اگست۔

جبکہ مرکزی ہیلتھ سیکرٹری کا کہنا ہے کہ'' ہماری تمام ریاستوں میں صحت پر بہت کم ترجیح دی جارہی ہے' یہ کم ہوکر کل ریاستی خرچ کا ۳٪ ز ۵ ہوگئی ہے جبکہ اسے ۷٪ ہونا چاہیے تھا۔ جے وی' آر پرشاد راؤ' ٹائمس آف انڈیا۔

تعلیم پر ہمارا خرچہ ۳.۲٪ ہے جبکہ یہ کم سے کم ۶٪ فیصد ہونا چاہیے تھا۔ (للتا پانیکر ToI)

زراعت پر ہمارا خرچہ ۱.۳٪ ہے اس لئے ہمارا نمبر ۱۲۷ ہے۔

صحت اور تعلیم پر کم خرچ کرنے کے نتائج دنیا بھر میں ہمارے سامنے ہیں۔ ۲۷ / جون کو خبر رساں ایجنسی ڈی' پی' اے کے مطابق ۲۰۱۶ء تک ترقی پذیر ممالک میں کینسر کے مریضوں کی تعداد دوگنی ہوکر ایک کروڑ تک پہنچ جائے گی۔ کینسر کے مریض غربت کی وجہ سے تھراپی بھی نہیں کراسکیں گے' دولت مند ممالک میں ہر ڈھائی لاکھ آدمیوں پر تھراپی کی ایک مشین ہے جبکہ غریب ممالک میں کئی لاکھ لوگوں پر ایک مشین ہے۔ انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے ڈائریکٹر محمد البرادی کہتے ہیں کہ کینسر کا بحران ہر سال تیزی سے شدت اختیار کرتا جارہا ہے ترقی پذیر ممالک میں دنیا کی ۶ ارب آبادی کا ۸۵٪ حصہ رہتا ہے مگر ان ممالک میں صرف ۲۲۰۰ مشینیں ہیں' مگر ترقی یافتہ ممالک کی ۱۵٪ آبدی کے لئے ۴۵۰۰ مشینیں ہیں' ۶ کروڑ کی آبادی والے ملک ایتھوپیا میں صرف ایک مشین ہے۔ سہارا اردو ۲۸ / جون ۲۰۰۳ء

۲۷ رجون کو ہی رائٹر کی خبر کے مطابق ترقی پذیر ممالک میں ہر سال ساٹھ لاکھ بچے ان امراض میں مرجاتے ہیں جو قابل اعلاج ہیں۔بچوں کی ۶۰٪ اموات ۶ ممالک ہندوستان' نائیجریا' چین' پاکستان' کانگو اور ایتھوپیا میں ہوئی ہیں ان بیماریوں میں دست نمونیا تغذیہ کی کمی اور ایڈس شامل ہے۔عالمی صحت تنظیم کے ڈائریکٹر جنیر برائس کے مطابق ان ساٹھ لاکھ بچوں کی جانیں ہم آسانی بچاسکتے ہیں اس رپورٹ کے مدیر رچرڈ ہورٹن نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ کی بقاء ہمارے بچہ کا ضروری اخلاقی اور سیاسی مسئلہ ہے۔بچوں کو ماں کا دودھ دے کر تغذیہ کو بہتر بنا کر ملیریا سے بچا کر ٹیکہ لگا کر صاف پانی اور صفائی کے حالات بہتر بنا کر ان بیماریوں سے بچایا جاسکتا ہے' اندازہ لگایا گیا ہے کہ تمام ترقی پذیر اور غریب ممالک میں ان سہولیات کو بڑھانے کے لئے ۲۰۰۷ء تک سالانہ ۷۔۵ ارب ڈالر کی ضرورت ہوگی۔ یہ رقم اس رقم سے بھی کم ہے جو ترقی یافتہ ممالک سالانہ اپنے کتوں کی خوراک پر خرچ کرتے ہیں' عراق پر حملہ کے لئے ۸۰ بلین ڈالر کا بجٹ رکھا گیا۔

بچوں کی بقاء کے لئے ۱۹۸۰ء میں جو رقم خرچ کی جاتی تھی وہ ۱۹۹۰ء کی دہائی میں ختم کردی گئی۔اردو اشڑ یہ سہارا' ۲۸ رجون ۲۰۰۳۔

یہ عجیب بات نہیں ہے کہ یہ سارا خرچہ (صحت اور سماجی تحفظ کا) ہی کاٹ کر لڑائیوں کو لڑا جاتا ہے۔ اروندھاتی رائے کے مطابق بش سرکار نے عراق جنگ کے لئے جو ۸۰ ملین ڈالر کا بجٹ پاس کرایا ہے اتنی ہی رقم کی کٹوتی صحت عامہ اور ٹیکسوں میں رعایت ختم کر کے خرچہ پورا کرلیا گیا یعنی جس رقم سے سماج کے کمزور طبقہ کو راحت پہنچ سکتی تھی وہ رقم ہتھیار بنانے والی کمپنیوں' وزارت دفاع کے اعلیٰ حکام اور وزراء کی جیبوں میں ڈال دی گئی۔ یہ ایک عام راز ہے کہ بش انتظامیہ میں ہتھیار' تیل اور دوا بنانے والی کمپنیوں کا سب سے زیادہ اثر ہے۔امریکہ اور وہاں کی اقتصادی صورت حال جس مندی کے دور سے گذر رہی ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل رپورٹ سے ہوتا ہے۔

''۷ رستمبر ۲۰۰۱ء (حملہ سے چار دن پہلے) امریکی سرکار نے رپورٹ میں بتایا سود کی شرح میں ساتویں بار کٹوتی سرکاری خرچ میں بھاری بھرکم بڑھوتری اور ٹیکسوں میں بھاری چھوٹ کے باوجود دوسری سہ ماہی کے دوران مجموعی قومی پیداوار کی ترقی کی شرح ۲٪ رہ گئی۔صرف تعمیراتی سیکٹر میں ہی آٹھ لاکھ روزگار ختم ہوگئے۔ایک ماہ پہلے کے مقابلے بے روزگاری کی شرح ۵٪.۴ بڑھ کر ۹٪.۴ ہوگئی''

اقتصادی بحران جنگ اور انقلاب لگاتار مندی بے روزگاری اور عوامی بیزاری سے باہر نکلنے کے لئے امریکی حکمرانوں نے جنگ کا سہارا لیا تاکہ حکمراں ٹولہ کے مفادات بھی پورے ہوں سماجی انتشار سے چھٹکارا ملے اور بین الاقوامی سیاسی عزائم بھی پورے ہوں' ہتھیاروں کی فروخت کے ذریعہ ٹھہراؤ کی حالت میں آئے بازاروں میں اچھال لاکر اقتصادی بحران پر قابو پایا جاسکتا ہے۔مال میں مانگ کی کمی کو پورا کیا جاسکتا ہے' جنگ میں ہمیشہ موٹا منافع ہوتا ہے'

اسی لئے اس کو ایک طرح کا انویسٹمنٹ کہتے ہیں۔ اس کے ذریعہ سرمایہ دار طبقہ بحران سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ امریکی کانگریس کی ایک رپورٹ نیویارک ٹائمس میں شائع ہوئی جس کے مطابق ۲۰۰۰ء کے دوران ہتھیاروں کی فروخت ۸٪ بڑھ کر چالیس بلین ڈالر ہوگئی اس میں امریکہ کا حصہ ۶.۱۸٪ بلین ڈالر یعنی تقریباً آدھا تھا' امریکی برطانوی حکومت کے ہمنوا اخبار وی ایکنامسٹ نے ۱۱ر ستمبر کے اپنے ایک مضمون میں کہا کہ ''جنگ اپنے آپ میں کوئی بری بات نہیں ہے'' خاص طور سے مندی کے دور میں ۲۹/۲۲ ستمبر کی اشاعت میں لکھا ''جنگ کا انعام'' سرکاری خرچ میں اچھال آتا ہے' سب جانتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم نے عظیم عالمی مندی کے اتار چڑھاؤ بھی ختم کر دیئے۔ کوریائی اور ویتنامی جنگ نے بھی بازار میں اچھال پیدا کیا تھا۔ امریکہ میں ہوائی اڈوں کی حفاظت سرحدوں پر حفاظت اور ملٹری تیاریوں کا بھی ایسا اثر ہوسکتا ہے۔

امریکی سرکار نے دنیا بھر کی کٹوتیوں گھاٹیوں کے دوران ہی ابھی تک کا سب سے بڑا ملٹری خریداری کا آرڈر امریکی کمپنی لاک ہیڈ مارٹن کو جدید ترین لڑاکو طیاروں کا دیا' جس کی قیمت ۳۰۰ بلین ڈالر یعنی امریکہ کے کل دفاعی بجٹ کے برابر کا آرڈر دیا۔ ان کی سپلائی ۲۰۰۶ء میں شروع ہوگی اس لئے یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس وقت امریکی شیئر بازار میں سب سے اچھا کاروبار ملٹری صناعتی زمرے میں ہو رہا ہے۔ (اقتصادی بحران جنگ اور انقلاب' ص' ۲۰)

کیا اس نسخہ نے کام کیا؟ جواب ہے ہاں کیا اور مندرجہ ذیل اعداد و شمار جو اسٹاک ہوم میں قائم بین الاقوامی ریسرچ فاؤنڈیشن برائے امن (سیپری) نے جاری کئے اس پر کھلی گواہی دے رہے ہیں۔

۱۹۹۸ء سے دفاعی اخراجات ۶٪ بڑھ کر ۹۴۷ ارب ڈالر پہنچ گئے ہیں' یہ رقم تمام دنیا کی مجموعی پیداوار کا ۲.۵٪ ہے یہ خرچ فی کس ۱۲۸ ڈالر بنتا ہے۔ ادارہ کے مطابق سرد جنگ کے مقابلہ یہ خرچہ ۱۴٪ سے زیادہ ہے اس اضافہ کا دسواں اکیلے امریکہ کے حصہ میں گیا ہے' آج حالت یہ ہے کہ پوری دنیا جتنا کل ملا کر اپنے دفاع پر خرچ کر رہی ہے امریکہ اکیلا اس کا ۴۳٪ خرچ کر رہا ہے۔ سیپری کے مطابق دفاع پر سب سے زیادہ خرچ کرنے والوں میں امریکہ کے علاوہ جاپان' برطانیہ' فرانس اور چین شامل ہیں۔ ان پانچ ممالک کا خرچ پوری دنیا کے دفاعی بجٹ کا ۶۵٪ ہے۔ ایجنسیاں ۱۷ر جون ۲۰۰۳ء بحوالہ شاہ ٹائمس

کل ملا کر ان حقائق اور اعداد و شمار کی روشنی میں جو معاملہ بنتا ہے وہ یہ کہ امریکہ اپنی غلط اقتصادی پالیسیوں کے اندرونی بگاڑ کی وجہ سے جس مندی کا شکار ہوا اس کے لئے انہیں یہ راستہ نظر آرہا ہے کہ دنیا بھر میں جنگ بھڑکاؤ ہتھیاروں کی مانگ بڑھاؤ تو ہمارے ملک میں ہتھیاروں کی پیداوار بڑھے گی۔ بیروزگاری دور ہوگی' دنیا میں رتبہ بنے گا' مارکیٹ پر قبضہ ہوگا' اپنی تہذیب کا غلبہ ہوگا اور آج یہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ جھگڑے پیدا کرو' پرانے جھگڑوں کو ہوا دو اور دونوں فریقوں کو ہتھیار دو۔ یہ تہذیب جس طرح پاپ گانوں' مقابلہ حسن' فیشن' ٹی وی اور ایم ٹی وی کے ذریعہ دنیا بھر

میں اپنی تہذیب کے خریدار بڑھاتی ہے اپنے بناؤ سنگھار' میک اپ کے مصنوعات کو مدد دیتی ہے اس طرح ہتھیاروں کی کھیپ بڑھانے اور پیدا کرنے کے لئے خوبصورت عنوانات کے تحت مختلف ممالک میں جھگڑا پیدا کر کے انہیں لڑاتی ہے اور دونوں فریقوں کو ہتھیار سپلائی کرتی ہے' انسانوں کا خون بہتا ہے' بچے یتیم ہوتے ہیں' عورتیں بیوہ ہوتی ہیں۔ بوڑھے بے سہارا ہوتے ہیں' کھیت بارود کا قبرستان بن جاتے ہیں' باغات میں سیسہ اور بارود کی کھاد ڈالی جاتی ہے اور یہی ''سردار عالم'' انسانی آزادی' انسانی ترقی' جمہوریت اور محفوظ دنیا کا ٹھیکیدار بھی بن جاتا ہے اور جس طرح گلی محلّہ کے دادا کے ساتھ کچھ حوالی موالی ساتھ ہو لیتے ہیں اسی طرح یہاں بھی ہو رہا ہے' یکساں مفاد رکھنے والے ظالم حکمراں اور معاشرہ یکساں طریقہ پر چل کر انسانی تہذیب کو پھر سے غلامی کے دور کی طرف لے جانا چاہتے ہیں' مگر یہ انسانی بربادی ہوگی' انسانی ترقی اور آزادی کے نام پر۔ یہی اس ساری سازش کی سب سے تلخ حقیقت ہے' اس عیاری اور مکاری کو دنیا بھر کی عوام جتنی جلد سمجھ لے انسانیت کے لئے اتنا ہی بہتر ہے۔

WTO اور دیگر بین الاقوامی مالی اداروں کے اجلاس کے مقامات پر ہونے والے جلسہ اور مظاہرہ' نیز عراق پر ہوئی لوٹ مار کے خلاف دنیا کے کونے کونے میں خصوصاً یورپ اور امریکہ میں بڑے پیمانے پر ہونے والے عوامی مظاہرے انسانیت کے لئے نیک شگون ہیں' ان اعداد و شمار سے کیا یہ حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ جہاد کی تجارت کرنے والے اصلی جہادی کون ہیں؟

بقیہ صفحہ نمبر ۱۷ سے

اور عقلی وجہ بخیل کی دوری کی یہ ہے کہ جب اس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کے خزانے دئے ہیں اور وہ اسے امور خیر میں اور مخلوق خدا پر خرچ نہیں کرتا' تو عموماً لوگوں کو اس سے نفرت ہوتی ہے کہ ایک موقع پر مال لگانے کی ضرورت ہے' اور عام لوگ چونکہ خود ضرورتمند اور محتاج ہوتے ہیں' لیکن ایک مالدار شخص جس کے صدقہ و خیرات سے مسلمانوں کی وہ عام ضرورت یا خاص ضرورت پوری ہو سکتی ہے لیکن یہ بخیل اس میں مال نہیں لگاتا' تو لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

والجاهل السخي أحب الى الله من عابد بخيل: یعنی وہ جاہل آدمی جو کہ سخی ہو' اللہ تعالیٰ کو اس عابد سے زیادہ محبوب ہے جو کہ بخیل ہو اور عابد چونکہ جاہل کے مقابلے میں ذکر ہے لہذا مراد اس سے عالم ہے' پس جبکہ علم کے باوجود اس کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ مضبوط نہ ہوا اور مخلوق خدا کے ساتھ احسان کا جذبہ پیدا نہ ہوا تو اس عالم سے وہ جاہل سخی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے امور خیر میں مال لگاتا ہے اور مخلوق خدا کے ساتھ احسان کرتا ہے۔